قرآنی طرز زندگی میں عورتوں کے حقوق

(تعلیم، تربیت، میراث، حقوق روزگار، مہر)

عمران علی قائم[1]

خلاصہ:

احسن ترین تخلیق انسان ہے، دیگر موجودات کے مقابلے میں حکمت وعدالت سے مالامال ہے اور خداوند عالم کے پنہاں اسرار و رموز نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے، مرد و عورت، دو مقابل نقاط میں نہیں بلکہ معاملے، رابطے اور تعامل کے ایک نقطے پر تکمیل خلقت، دوام نسل اور اس کی خلقت کے بنیادی مقصد کی جواب دہی، اس نے ایک وجود کو لطافت، نرمی، نفاست، ظرافت اور محبت بخشی ہے تو دوسروں کو قوت وطاقت، مضبوط وبلند حوصلے اور تکیہ واعتماد کا مرکز بنایا ہے۔ نہ پہلے کو دوسرے پر برتری دی ہے اور نہ دوسروں کو پہلے پر سبقت کا موقع فراہم کیا ہے بلکہ اس نے ہر ایک کو خاندانی مدار اور عالم ہستی کے نظام میں اپنی مخصوص ذمہ داریوں اور شرعی واجبات کی ادائیگی کے لیے مقرر کیا ہے۔ عالم خلقت میں دونوں کی جداگانہ ذمے داریوں کے تعین کی وجہ سے مرد وعورت دونوں کے حقوق واضح ہو جاتے ہیں اور اسی نگاہ سے دونوں کی حدود اور دائرہ فعالیت بھی مشخص ہو جاتے ہیں۔ ہم اس مقالہ میں خواتین کے حقوق کو قرآنی تعلیمات کی روشنی میں دیکھیں گے۔ اسلام نے تعلیم، تربیت، میراث، روزگار اور حق مہر جیسے حقوق خواتین کو عطا کیے ہیں۔ یہ حقوق کیا ہیں؟ ان کی حدود و قیود کیا ہیں؟ ان سب کو دیکھا جائے گا۔

کلیدی الفاظ: قرآن؛ عورت؛ حق؛ تعلیم؛ میراث

مقدمہ

اس دنیا کا ہر ذی حیات موجود، خداوند عالم کی حکمت وعدالت کی بنیاد پر عالم خلقت میں نہ صرف یہ کہ اپنے ہدف وغایت اور اپنی زندگی سے متعلق خاص سوالات کے جوابات کا متلاشی ہے، بلکہ اپنے خاص مقام میں دیگر مخلوقات سے باہمی رابطے و معاملے کے بندھن میں بھی جڑا ہوا ہے، احسن الخالقین کی

[1]

تمام مخلوقات کے درمیان، سب سے احسن ترین تخلیق (انسان)، دیگر موجودادت کے مقابلے میں بہت زیادہ حکمت وعدالت سے مالامال ہے اور خداوندہ عالم کے پنہاں اسرار ورموز نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

بشر نے اپنی جاہلانہ وشیطانی روش کی وجہ سے کہ جب اس نے حدود الٰہی سے تجاوز کیا، نہ صرف یہ کہ اپنی مخصوص ذمہ داریوں اور فرائض کو نہیں پہچانا، بلکہ دائرہ فعالیت اور حد بندی کو بھی یکسر فراموش کر دیا اور یوں عورتوں پر بھی ستم کیا، پورے معاشرتی نظام کو تہ و بالا کیا اور ساتھ ہی مردوں پر بھی ظلم کیا، انسانی معاشرے میں موجود انحطاط، برائیاں اور عریانی و فحاشی سب حقوق و حدود الٰہی سے تجاوز کرنے اور ظالمانہ رفتار و کردار پر دلالت کرتے ہیں، در حالانکہ ہر جگہ خداوند عالم کے احکام جاری وساری ہیں اور روحانیت ورحمت الٰہی، نور حیات بخش کی مانند ہر آن وہر لمحہ نشاط وسلامتی لے کر آتی ہے۔

حقوق کے معنی

حقوق "حق" کی جمع ہے اور یہاں "الحقوق" میں حق سے مراد وہ تکالیف اور وظائف ہیں جن کو خدا نے دوسروں کی نسبت -انسان ہو یا غیر انسان- انسان کے ذمے لگایا ہے۔ یہاں حقوق سے مراد مؤمن کی صرف واجب شرعی وظائف نہیں ہیں بلکہ یہاں یہ عرفی اور اجتماعی مستحب وظائف کو بھی شامل ہے۔ اسی طرح اس میں ذکر ہونے والے احکام صرف ایسے احکام نہیں جن پر عمل نہ کرنا گناہ کا موجب بنتا ہو یا دنیا میں دنیوی سزاوں کا موجب بنتا ہو، بلکہ یہ مؤمن کی اخلاقی واجب یا مستحب احکام پر بھی مشتمل ہے۔

عورت کے معنی

عورت (عربی سے ماخوذ. انگریزی Woman :زن (فارسی سے زنانہ) مادہ یا مؤنث انسان کو کہا جاتا ہے۔

عورت یا زنانہ بالغ انسانی مادہ کو کہا جاتا ہے جبکہ لفظ لڑکی انسانی بیٹی یا بچّی کے لیے مستعمل ہے۔ تاہم، بعض اوقات، عورت کی اِصطلاح تمام انسانی مادہ نوع کی نمائندگی کرتی ہے۔ عورت تاریخ کے ہر دور

میں مرد کے تابع رہی ہے۔ موجودہ زمانہ میں ترقی یافتہ ملکوں میں عورت اور مرد کو مساوی بنانے کی کوشش کی گئی۔

اسلام میں عورت کے حقوق

اسلام انسانیت کے لیے تکریم، وقار اور حقوق کے تحفظ کا پیغام لے کر آیا۔ اسلام سے قبل معاشرے کا ہر کمزور طبقہ طاقت ور کے زیر نگیں تھا۔ تاہم معاشرے میں خواتین کی حالت سب سے ناگفتہ بہ تھی۔ تاریخِ انسانی میں عورت اور تکریم دو مختلف حقیقتیں رہی ہیں۔ قدیم یونانی فکر سے حالیہ مغربی فکر تک یہ تسلسل قائم نظر آتا ہے۔ یونانی روایات کے مطابق پینڈورا (Pandora) ایک عورت تھی جس نے ممنوعہ صندوق کو کھول کر انسانیت کو طاعون اور غم کا شکار کر دیا۔ ابتدائی رومی قانون میں بھی عورت کو مرد سے کمتر قرار دیا گیا تھا۔ ابتدائی عیسائی روایت بھی اسی طرح کے افکار کی حامل تھی۔ سینٹ جیروم (St. Jerome) نے کہا:

"Woman is the gate of the devil, the path of wickedness, the sting of the serpent, in a word a perilous object."

مغرب میں عورت کو اپنے حقوق کے حصول کے لیے ایک طویل اور مسلسل جدوجہد سے گزرنا پڑا۔ نوعی امتیاز کے خلاف عورت کے احتجاج کا اندازہ حقوق نسواں کے لیے جدوجہد کرنے والی خواتین کی طرف سے عورت کے لیے womyn کی اصطلاح کے استعمال سے ہوتا ہے جو انہوں نے نوعی امتیاز (Gender Discrimination) عورت کو آزاد کرنے کے لیے کیا۔ مختلف اَدوار میں حقوق نسواں کے لیے جدوجہد کرنے والی خواتین میں (۱۸۲۰-۱۹۰۶)۔ Susan B. Anthony کا نام نمایاں ہے جس نے National Woman's Suffrage Association قائم کی اور اسے ۱۸۷۲ء میں صرف اس جرم کی پاداش میں کہ اس نے صدارتی انتخاب میں ووٹ کا حق استعمال کرنے کی کوشش کی، جیل جانا پڑا۔ صدیوں کی جدوجہد کے بعد ۱۹۶۱ء میں صدر John Kennedy نے خواتین کے حقوق کے لیے کمیشن قائم کیا جس کی سفارشات پر پہلی مرتبہ خواتین کے لیے fair hiring paid maternity leave practices اور affordable child care کی منظوری دی گئی۔ سیاسی میدان میں بھی خواتین کی کامیابی طویل

جد و جہد کے بعد ممکن ہوئی۔ Jeanette Rankin of Montana پہلی مرتبہ ۱۹۱۷ء میں امریکی ایوان نمائندگان کی رکن منتخب ہو سکی۔

جب کہ اسلام کی حقوق نسواں کی تاریخ درخشاں، روایات کی امین ہے۔ روزِ اول سے اسلام نے عورت کے مذہبی، سماجی، معاشرتی، قانونی، آئینی، سیاسی اور انتظامی کردار کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ اس کے جملہ حقوق کی ضمانت بھی فراہم کی۔ تاہم یہ ایک المیہ ہے کہ آج مغربی اہل علم جب بھی عورت کے حقوق کی تاریخ مرتب کرتے ہیں تو اس باب میں اسلام کی تاریخی خدمات اور بے مثال کردار سے یکسر صرف نظر کرتے ہوئے اسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اسلام کی آمد عورت کے لیے غلامی، ذلت اور ظلم واستحصال کے بندھنوں سے آزادی کا پیغام تھی۔ اسلام نے ان تمام قبیح رسوم کا قلع قمع کر دیا جو عورت کے انسانی وقار کے منافی تھیں اور عورت کو وہ حقوق عطا کیے جس سے وہ معاشرے میں اس عزت و تکریم کی مستحق قرار پائی جس کے مستحق مرد ہیں۔ اسلام نے مرد کی طرح عورت کو بھی عزت، تکریم، وقار اور بنیادی حقوق کی ضمانت دیتے ہوئے ایک ایسی تہذیب کی بنیاد رکھی جہاں ہر فرد معاشرے کا ایک فعال حصہ ہوتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں خواتین اسلام کے عطا کردہ حقوق کی برکات کے سبب سماجی، معاشرتی، سیاسی اور انتظامی میدانوں میں فعال کردار ادا کرتے ہوئے معاشرے کو اِرتقاء کی اَعلیٰ منازل کی طرف گامزن کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ قومی اور بین الاقوامی زندگی میں خواتین کے کردار کا مندرجہ بالا تذکرہ اس کی عملی نظیر پیش کرتا ہے۔

حقوق میں برابری

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عورت کو اعزاز دیا اُسے برابری کے ساتھ آدمؑ کے ساتھ جنتّ میں رکھا:

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ

اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمہاری زوجہ جنت میں قیام کرو۔[1]

یہاں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو برابری کے حقوق دیے، آج کا مغرب انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کے تحت عورتوں کے حقوق کی بات کرتا ہے جو قرآن کی رو سے جہالت کے سوا کچھ بھی نہیں. قرآن شریف میں کئی جگہ عورتوں کے حقوق اور اُن کی اہمیت کے بارے میں ذکر ہے:

---

[1] سورہ بقرہ، آیت: ۳۵

وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا ۚ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ

''اور ان کے شوہر اگر اصلاح و سازگاری کے خواہاں ہیں تو عدت کے دنوں میں انہیں پھر اپنی زوجیت میں واپس لینے کے پورے حقدار ہیں اور عورتوں کو دستور کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں''[1]

اِس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ربِ کریم نے خود قرآن شریف میں شروع ہی سے عورتوں کے حقوق کا حکم دے دیا تھا جسے دنیا کی کوئی طاقت سلب نہیں کرسکتی۔ یہ عورتوں کے لیے ان کے ربّ کی طرف سے بڑا اعزاز ہے۔ دوسری جگہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ

اور مطلقہ عورتوں کو دستور کے مطابق کچھ خرچہ دینا، یہ متقی لوگوں کی ذمے داری ہے۔[2]

غور فرمایئے جب کسی کو کوئی فارغ کرتا ہے تو کون کسی کو کچھ دیتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر بھی عورتوں کے حقوق کا خیال رکھا عورتوں کے حقوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ [3]

جو مال ماں باپ اور قریبی رشتے دار چھوڑ جائیں اس میں تھوڑا ہو یا بہت عورتوں کا بھی ایک حصہ ہے۔

اللہ نے رشتہ داروں کے مال میں عورتوں کا حصّہ رکھا۔ یہ ہیں حقوق اللہ تعالیٰ کی طرف سے عورتوں کے لیے۔ اسی طرح حدیث شریف میں بہت سی جگہوں میں رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے حقوق کی بات کی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرو سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: یہ ساری دنیا سرمایہ ہے اور دنیا کا بہترین سرمایہ نیک عورت ہے۔[1]

[1]۔ سورہ بقرہ، آیت: ۲۲۸

[2]۔ سورہ بقرہ، آیت: ۲۴۱

[3]۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۳۱ ۴، سورہ نساء، آیت ۷

قبل از اسلام عرب میں والدین اپنی بچیوں کو زمین میں زندہ دفن کر دیتے تھے، کیونکہ وہ بیٹی کی پیدائش کو خاندان کے لیے برا شگون سمجھتے تھے۔ قرآن بیٹی کی پیدائش پر شرمندگی کے احساس کی مذمت کرتے ہوئے ایسا کرنے والوں سے یوں مخاطب ہوتا ہے:

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ○ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ [۲]

اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جاتی ہے تو مارے غصے کے اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس بری خبر کی وجہ سے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (اور سوچتا ہے) کیا اسے ذلت کے ساتھ زندہ رہنے دے یا اسے زیر خاک دبا دے؟ دیکھو! کتنا برا فیصلہ ہے جو یہ کر رہے ہیں؟

اسلام کے آغاز کے چودہ سو سال بعد خوشحالی، ترقی، تعلیم اور روشن خیالی کے باوجود اکثر دنیا میں مثلاً جنوبی ایشیا کے بعض حصوں میں بیٹی کی پیدائش کے ساتھ یہ بدشگونی ہمیں اب بھی جڑی نظر آتی ہے۔ ایک ایسے معاشرے میں جہاں گھر کی تقریباً ساری معاشی ذمہ داری مرد اٹھاتا ہے وہاں عموماً بیٹے کی پیدائش زیادہ خوشی کا باعث ہوتی ہے۔

قرآن کہتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا [۳]

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد و عورت (روئے زمین پر) پھیلا

۱۔ صحیح مسلم: ۳۶۴۹

۲۔ سورہ نحل، آیت ۵۸-۵۹

۳۔ سورہ نساء، آیت ۱

دیے اور اس اللہ کا خوف کرو جس کا نام لے کر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو

اور قرابتداروں کے بارے میں بھی (پرہیز کرو)، بے شک تم پر اللہ نگران ہے۔

یہ آیت واضح طور پر ثابت کرتی ہے کہ اسلام میں مرد اور عورت داخلی یعنی اپنی تخلیق اور خارجی یعنی ایک دوسرے کے ساتھ اپنے تعلق اور خدا سے متعلق اپنی ذمہ داریوں دونوں اعتبار سے برابر ہیں۔ درحقیقت اگر عورت کا کہیں علیحدہ ذکر کیا گیا تو وہ اس کی عزت کے حوالے سے ہے۔

اگرچہ بہتر تعلیم اور روزگار کے نتیجے میں خواتین کی بااختیاری معاشرتی ڈھانچوں کو تبدیل کر رہی ہے لیکن ابھی ہمیں قرآن میں بتائی گئی صنفی مساوات کے درجے تک پہنچنے کے لیے بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ جبری شادی، غیرت کے نام پر قتل اور ثقافت، روایت یا سماجی رسوم کے نام پر عورت کو گھر کی چار دیواری تک محدود رکھنے سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں۔ روایتی طور پر بعض زیادہ قدامت پسند مسلم معاشروں مثلاً پاکستان کے قبائلی علاقوں میں مذہبی اور سیاسی رہنماؤں کو عورتوں کے مقام اور حقوق کے حوالے سے قرآن کے نقطۂ نظر کا احترام اور اس کے احکامات کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ یورپ میں خواتین کو وراثت کا حق ملنے سے بارہ سو سال پہلے اسلام نے عورتوں کو یہ حق عطا کر دیا تھا:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا [1]

اور جو مال ماں باپ اور قریبی رشتے دار چھوڑ جائیں اس میں مردوں کا ایک حصہ ہے اور (ایسا ہی) جو مال ماں باپ اور قریبی رشتے دار چھوڑ جائیں اس میں تھوڑا ہو یا بہت عورتوں کا بھی ایک حصہ ہے، یہ حصہ ایک طے شدہ امر ہے۔

اسلام ایک ایسے معاشرے میں نازل کیا گیا تھا جہاں عورتیں بذاتِ خود جائیداد کی طرح ترکے میں تقسیم کی جاتی تھیں۔ ایسے میں انہیں وراثتی حقوق دینا ان کے لیے کسی انقلاب سے کم نہیں تھا۔

مسلمانوں میں خواتین کے حقوق بلکہ ہر طرح کے حقوق کو اسلامی نقطۂ نظر سے حقوق و فرائض کے سیاق و سباق میں دیکھا جاتا ہے۔ ان حقوق اور ذمہ داریوں کا احترام کرنے اور معاشرتی ترقی میں اپنے

[1] سورہ نساء، آیت ٧

کردار کو سمجھنے کے لیے ہمیں خود کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا چاہیے۔اسلام نے تعلیم اور معلومات کا حصول ہر مرد اور عورت پر لازم قرار دیا ہے۔

آخر یہ علم ہی تو ہے جو تبدیلی کے لیے عمل انگیزی کا کام کرتا ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ[1]

کہدیجئے: کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے یکساں ہو سکتے ہیں؟ بے شک نصیحت تو صرف عقل والے ہی قبول کرتے ہیں۔

اسلام کی تعلیمات کو ان ثقافتوں اور رواجوں پر فوقیت ملنی چاہیے جو مسلم معاشروں میں عورت کے تعمیری کردار کے خلاف تعصّب سے بھری ہوتی ہیں۔ بد قسمتی سے یہ تعصّب اس مذہب کے نام پر موجود ہے جس نے عورتوں کو اس سے کہیں زیادہ حقوق عطا کیے ہیں جتنا یہ سماجی ڈھانچے قبول کرنے پر رضامند ہیں۔ عورتوں کو بااختیار بنانے کے لیے قرآن کے تصور سے مطابقت رکھتی ہوئی ہر ایسی کوشش، جو قانون کے سامنے عورت کے مقام کو ثابت کرے، کی بھرپور حمایت کی جانی چاہیے۔ جو لوگ عورتوں کو یہ حقوق دینے سے انکار کرتے ہیں ان سے ہم یہ پوچھتے ہیں

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ[2]

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟

اسلام نے عورت کو معاشرے میں کیا مقام دیا ہے؟

اسلام نے عورت کو ذلت اور غلامی کی زندگی سے آزاد کرایا اور ظلم واستحصال سے نجات دلائی۔ اسلام نے ان تمام قبیح رسوم کا قلع قمع کر دیا جو عورت کے انسانی وقار کے منافی تھیں اور اسے بے شمار حقوق عطا کیے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے درجے میں عورت اور مرد کو برابر رکھا ہے۔ انسان ہونے کے ناطے عورت کا وہی رتبہ ہے جو مرد کو حاصل ہے، ارشاد ربانی ہے:

[1]۔ سورہ زمر، آیت ۹

[2]۔ سورہ نساء، آیت ۸۲

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً.[1]

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد و عورت (روئے زمین پر) پھیلا دیے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے اجر کے استحقاق میں دونوں برابر قرار پائے۔ مرد اور عورت دونوں میں سے جو کوئی عمل کرے گا اسے پوری اور برابر جزا ملے گی۔ ارشادِ ربانی ہے

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ [2]

پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول کر لی (اور فرمایا:) میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، تم ایک دوسرے کا حصہ ہو۔

۳۔ نوزائیدہ بچی کو زندہ زمین میں گڑھ جانے سے نجات ملی۔ یہ رسم نہ تھی بلکہ انسانیت کا قتل تھا۔

۴۔ اسلام عورت کے لیے تربیت اور نفقہ کے حق کا ضامن بنا کہ اسے روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور علاج کی سہولت ''ولی الامر'' کی طرف سے ملے گی۔

۵۔ عورت کی تذلیل کرنے والے زمانہ جاہلیت کے قدیم نکاح جو درحقیقت زنا تھے، اسلام نے ان سب کو باطل کر کے عورت کو عزت بخشی۔

۶۔ اسلام نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی حقِ ملکیت عطا کیا ہے۔ وہ نہ صرف خود کما سکتی ہے بلکہ وراثت کے تحت حاصل ہونے والی املاک کی مالک بھی بن سکتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا [3]

---

[1]۔ سورہ نساء، : ۱

[2]۔ سورہ آل عمران : ۱۹۵

[3]۔ سورہ نساء، آیت ۴

اور جو مال ماں باپ اور قریبی رشتے دار چھوڑ جائیں اس میں مردوں کا ایک حصہ ہے
اور (ایسا ہی) جو مال ماں باپ اور قریبی رشتے دار چھوڑ جائیں اس میں تھوڑا ہو یا بہت
عورتوں کا بھی ایک حصہ ہے، یہ حصہ ایک طے شدہ امر ہے۔

بحث دوم

یہاں پر ان حقوق کا ذکر کیا جاتا ہے جو اسلام نے عورت کو دیے؛ بلکہ ترغیب و ترہیب کے ذریعہ اسے ادا کرنے کا حکم بھی صادر کیا۔

عورتوں کو زندہ رکھنے کا حق

عورت کا جو حال عرب میں تھا وہی پوری دنیا میں تھا؛ عرب کے بعض قبائل لڑکیوں کو دفن کر دیتے تھے۔ قرآن مجید نے اس پر سخت تہدید کی اور اسے زندہ رہنے کا حق دیا اور کہا کہ جو شخص اس کے حق سے روگردانی کرے گا، قیامت کے دن خدا کو اس کا جواب دینا ہو گا۔ فرمایا:

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ O بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ [1]

اور جب زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ میں ماری گئی؟

یک طرف معصوم کے ساتھ کیے گئے ظلم وزیادتی پر جہنم کی وعید سنائی گئی تو دوسری طرف ان لوگوں کو جنت کی بشارت دی گئی۔ جن کا دامن اس ظلم سے پاک ہو اور لڑکیوں کے ساتھ وہی برتاؤ کریں جو لڑکوں کے ساتھ کرتے ہیں اور دونوں میں کوئی فرق نہ کریں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کی لڑکی ہو وہ نہ تو اسے زندہ درگور کرے اور نہ اس کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کرے اور نہ اس پر اپنے لڑکے کو ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ [2]

عورت بحیثیتِ انسان

اسلام نے عورت پر سب سے پہلا احسان یہ کیا کہ عورت کی شخصیت کے بارے میں مرد و عورت دونوں کی سوچ اور ذہنیت کو بدلا۔ انسان کے دل و دماغ میں عورت کا جو مقام و مرتبہ اور وقار ہے اس کو متعین کیا۔ اس کی سماجی، تمدنی اور معاشی حقوق کا فرض ادا کیا۔

---

[1] سورہ تکویر، آیت ۹۔۸

[2] ابوداؤد، باب فضل من عال یتامی، ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی، مکتبہ معارف للنشر والتوزیع، ص: ۹۳۰

قرآن میں ارشاد ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا[1]

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد و عورت (روئے زمین پر) پھیلا دیے۔

اس بنا پر انسان ہونے میں مرد و عورت سب برابر ہیں۔ یہاں پر مرد کے لیے اس کی مردانگی قابل فخر نہیں ہے اور نہ عورت کے لیے اس کی نسوانیت باعثِ عار۔ یہاں مرد اور عورت دونوں انسان پر منحصر ہیں اور انسان کی حیثیت سے اپنی خلقت اور صفات کے لحاظ سے فطرت کا عظیم شاہکار ہے۔ جو اپنی خوبیوں اور خصوصیات کے اعتبار سے ساری کائنات کی محترم بزرگ ترین ہستی ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلً[2]

اور بتحقیق ہم نے اولاد آدم کو عزت و تکریم سے نوازا اور ہم نے انہیں خشکی اور سمندر میں سواری دی اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انہیں بڑی فضیلت دی۔

اور سورہ التین میں فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ[3]

بتحقیق ہم نے انسان کو بہترین اعتدال میں پیدا کیا۔

چنانچہ آدم کو جملہ مخلوقات پر فضیلت بخشی گئی اور انسان ہونے کی حیثیت سے جو سرفرازی عطا کی گئی اس میں عورت برابر کی حصے دار ہے۔[4]

---

[1] سورہ نساء، آیت ۱

[2] سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۰

[3] سورہ تین، آیت ۴

[4] اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ، ثریا بتول علوی، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی ۱۹۹۳ء، ص: ۳۱

عورتوں کو تعلیم کا حق

انسان کی ترقی کا دارومدار علم پر ہے، کوئی بھی شخص یا قوم بغیر علم کے زندگی کی تگ ودو میں پیچھے رہ جاتا ہے اور اپنی کندذہنی کی وجہ سے زندگی کے مراحل میں زیادہ آگے نہیں سوچ سکتا اور نہ ہی مادی ترقی کا کوئی امکان نظر آتا ہے؛ لیکن اس کے باوجود تاریخ کا ایک طویل عرصہ ایسا گزرا ہے جس میں عورت کے لیے علم کی ضرورت واہمیت کو نظرانداز کیا گیا اور اس کی ضرورت صرف مردوں کے لیے سمجھی گئی اور ان میں بھی جو خاص طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں صرف وہی علم حاصل کرتے تھے اور عورت علم سے بہت دور جہالت کی زندگی بسر کرتی تھی۔

لیکن اسلام نے علم کو فرض قرار دیا اور مرد وعورت دونوں کے لیے اس کے دروازے کھولے اور جو بھی اس راہ میں رکاوٹ وپابندیاں تھیں، سب کو ختم کر دیا۔ اسلام نے لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کی طرف خاص توجہ دلائی اور اس کی ترغیب دی، جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا: طلب علم فریضۃ اور دوسری جگہ ابوسعید خدری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ عَالَ ثلاثَ بناتٍ فأدَّبَهُنَّ وَزَوَّجَهُنَّ وأحسنَ اليهِنَّ فله الجنة[1]

جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی ان کو تعلیم تربیت دی، ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ (بعد میں بھی) حسنِ سلوک کیا تو اس کے لیے جنت ہے۔

اسلام مرد وعورت دونوں کو مخاطب کرتا ہے اور اس نے ہر ایک کو عبادت اخلاق وشریعت کا پابند بنایا ہے جو کہ علم کے بغیر ممکن نہیں۔ علم کے بغیر عورت نہ تو اپنے حقوق کی حفاظت کر سکتی ہے اور نہ ہی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کر سکتی ہے جو کہ اسلام نے اس پر عائد کی ہے؛ اس لیے مرد کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم بھی نہایت ضروری ہے۔

گزشتہ ادوار میں جس طرح علم مردوں میں پھیلا، اسی طرح عورتوں میں بھی عام ہوا۔ صحابہ کے درمیان قرآن وحدیث میں علم رکھنے والی خواتین کافی تعداد میں ملتی ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں مسائل کا استنباط اور فتویٰ دینا بڑا ہی مشکل اور نازک کام ہے؛ لیکن پھر بھی اس میدان میں عورتیں پیچھے نہیں تھیں؛ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مدِمقابل تھیں۔

[1] ابوداؤد، باب فضل من عال فی یتامی، مکتبہ معارف للنشر والتوزیع، ص: ۹۳۱

عورتوں کی تعلیم اقبال کی نظر میں

اقبال عورت کے لیے تعلیم کو ضروری سمجھتے ہیں لیکن اس تعلیم کا نصاب ایسا ہونا چاہیے جو عورت کو اس کے فرائض اور اس کی صلاحیتوں سے آگاہ کرے اور اس کی بنیاد دین کے عالمگیر اُصولوں پر ہونی چاہیے۔ صرف دنیاوی تعلیم اور اسی قسم کی تعلیم جو عورت کو نام نہاد آزادی کی جانب راغب کرتی ہو۔ بھیانک نتائج کی حامل ہو گی۔

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ اُمومت ہے
حضرت انسان کے لیے اس کا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسہ زن
ہے عشق و محبت کے لیے علم و ہنر موت

اقبال کے خیال میں اگر علم و ہنر کے میدان میں کوئی بڑا کارنامہ انجام دے سکے تو اس کا مرتبہ کم نہیں ہو جاتا۔ اس کے لیے یہ شرف ہی بہت بڑا ہے کہ زندگی کے ہر میدان میں کارہائے نمایاں انجام دینے والے مشاہیر اس کی گود میں پروان چڑھتے ہیں اور دنیا کا کوئی انسان نہیں جو اس کا ممنونِ احسان نہ ہو۔

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دُروں
شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشت خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی دُرج کا دُرِ مکنوں!
مکالماتِ فلاطُوں نہ لکھ سکی لیکن!
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطُوں

بحث سوم

معاشرتی میدان

جس طرح دیگر معاشروں نے عورت کو کانٹے کی طرح زندگی کی راہ گزر سے مٹانے کی کوشش کی تو اس کے برعکس اسلامی معاشرہ نے بعض حالتوں میں اسے مردوں پر فوقیت اور عزت واحترام عطا کیا ہے۔ وہ ہستی جو عالمِ بشریت کے لیے رحمت بن کر تشریف لائی (محمد ﷺ) اس نے اس مظلوم طبقہ کو یہ مژدہ جانفزا سنایا:

حُبِّبَ الَيَّ مِنَ الدُّنْيَا النِّسَاءُ والطِّيبُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِى الصَّلٰوةِ[1]

مجھے دنیا کی چیزوں میں سے عورت اور خوشبو پسند ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت سے بیزاری اور نفرت کوئی زہد و تقویٰ کی دلیل نہیں ہے، انسان خدا کا محبوب اس وقت ہو سکتا ہے جب وہ اللہ کی تمام نعمتوں کی قدر کرے جن سے اس نے اپنے بندوں کو نوازا ہے، اس کی نظامت اور جمال کا متمنی ہو اور عورتوں سے صحیح و مناسب طریقے سے پیش آنے والا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے لیے نکاح کو لازم قرار دیا گیا ہے، اس سلسلے میں آپ کا ارشاد ہے:

النكاحُ من سنتى فمن رغب عن سنتى فليس منى[2]

نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت سے روگردانی کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔[3]

چنانچہ ایک عورت بیوی کی حیثیت سے اپنے شوہر کے گھر کی ملکہ ہے اور اس کے بچوں کی معلم و مربی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ[4]

---

[1] نسائی، ابی عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی الشہیر (النسائی)، مکتبہ معارف للنشر والتوزیع، ۱۳۰۳ھ ص: ۶۰۹

[2] بخاری، کتاب النکاح، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی، ص: ۷۵۷۔۷۵۸

[3] بخاری، کتاب النکاح، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی، ص: ۷۵۷۔۷۵۸

[4]۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۸۷

وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔

یعنی کہ تم دونوں کی شخصیت ایک دوسرے سے ہی مکمل ہوتی ہے۔ تم ان کے لیے باعثِ حسن وآرائش ہو تو وہ تمہارے لیے زینت وزیبائش۔ غرض دونوں کی زندگی میں بہت سے تشنہ پہلو ہوتے ہیں جو کہ ایک دوسرے کے بغیر پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچتے۔[1]

حق مہر

مہر (مَ،ہَ،رْ) ایک اسلامی اصطلاح ہے اور وہ مال ودولت کی خاص مقدار ہے جو شادی کے وقت مرد کی طرف سے عورت کے لیے مخصوص کی جاتی ہے۔ مہر شادی کا ایک لازمی جزو ہے۔

[۱] حق مہر ادا نہ کرنے کی نیت سے نکاح کرنے پر حدیث میں سخت وعید ہے کہ ایسے مرد وعورت قیامت کے روز زانی وزانیہ اُٹھیں گے۔

[۲] حضرت محمد ﷺ کی ازواج اور حضرت فاطمہؑ کا مہر ۵۰۰ درہم یا ۱۳۱ تولے ۴ ماشے چاندی یا ۱۵۵۰ گرام چاندی کے برابر مقرر ہوا تھا۔اسی کو مہر فاطمہؑ بھی کہا جاتا ہے۔

مہر: عورت کا حقِ مہر ادا کرنا مرد پر لازم قرار دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا[2]

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دیا کرو، ہاں! اگر وہ کچھ حصہ اپنی خوشی سے معاف کردیں تو اسے خوشگواری سے بلا کراہت کھا سکتے ہو۔

(۳) وراثت: بعض ادیان کے پیشِ نظر وراثت میں عورت کا کوئی حق نہیں ہوتا؛ لیکن ان ادیان اور معاشروں کے برعکس اسلام نے وراثت میں عورتوں کا باقاعدہ حصہ دلوایا۔اس کے لیے قرآن میں:

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ[3]

ایک لڑکے کا حصہ دولڑکیوں کے حصے کے برابر ہے۔

[1] اسلام میں عورت کا مقام ومرتبہ: ثریا بتول علوی، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی ۱۹۹۳ء، ص: ۳۵

[2]۔ سورہ نساء، آیت ۴

[3]۔ سورہ نساء، آیت ۱۱

یعنی عورت کا حصہ مرد سے آدھا ہے، اسی طرح وہ باپ سے، شوہر سے، اولاد سے اور دوسرے قریبی رشتہ داروں سے باقاعدہ وراثت کی حق دار ہے۔

اسلام وراثت پر خاص توجہ دیتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ انسان پاک و پاکیزہ ارث لے کر اس دنیا میں قدم رکھے۔ چونکہ وراثت کی تشکیل خاندان پر موقوف ہے چنانچہ اسلام نہ صرف یہ کہ خاندان کی تشکیل پر بہت زور دیتا ہے بلکہ خاندان کو تشکیل دیتے وقت بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت کا بھی احساس دلاتا ہے۔ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ انسان اپنی آنکھیں بند کر کے صرف اور صرف اپنے جنسی غریزے کی تسکین کے لیے شادی کرے اور خاندان تشکیل دے۔ خاندان کی تشکیل کے سلسلے میں کتاب وسائل الشیعہ کی جلد ۱۴ میں کتاب ا لنکاح کے اندر حضرت امام صادق علیہ السلام کی حضرت امام علی علیہ السلام سے بیان کردہ ایک حدیث نقل کی گئی ہے جس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے: احمق عورتوں سے نکاح نہ کرو، ان کی ہم نشینی ناگوار اور ان کی اولاد نااہل ہوتی ہے۔ اسی طرح غرر الحکم میں سے بھی ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں جس سے خاندان کی تشکیل کے وقت محتاط رہنے کی اہمیّت کا پتہ چلتا ہے۔

حُسن الاخْلاقِ بُرھانُ کَرَمَ الاعراق حسن اخلاق خاندانی پاکیزگی کی دلیل ہے۔ اگر ہم ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لیے اپنے معاشرے کا جائزہ لیں اور تحقیق کریں تو آسانی سے اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ خاندان کی تشکیل سے تین طرح کے اوصاف براہ راست آئندہ نسلوں میں منتقل ہوتے ہیں۔ موروثی طور پر براہ راست منتقل ہونے والے اوصاف

۱۔ جسمانی اوصاف۔ جسمانی اوصاف میں رنگ، انداز، میل جول اور گفتگو وغیرہ شامل ہیں۔

۲۔ روحانی اور اخلاقی اوصاف۔ روحانی و اخلاقی اوصاف میں شجاعت، غیرت، سخاوت، غضب و برداشت، نیز تقویٰ وغیرہ شامل ہیں۔

۳۔ عقلی اوصاف۔ عقلی اوصاف میں حافظہ، جنون، وہم، شک، قوت فیصلہ، مکاری، دانائی اور منصوبہ بندی وغیرہ شامل ہیں۔ چونکہ انسان کی تربیت میں وراثت کا بنیادی اور کلیدی کردار ہے اس لیے معصومینؑ نے جہاں پر بداخلاق اور احمق خواتین کے ساتھ شادی کرنے سے منع کیا ہے وہیں یہ بھی بتایا ہے کہ کس طرح کی خواتین سے شادی کی جائے۔ نمونے کے طور پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی بھی عورت سے اس کے حسن و جمال کی وجہ سے نکاح نہ کرو

چونکہ ممکن ہے کہ اس کا حسن اسے گمراہ کردے اور نہ ہی کسی کے ساتھ اس کے مال کی وجہ سے نکاح کرو چونکہ ممکن ہے کہ اس کا مال اسے باغی اور سرکش بنادے، پس تم خواتین کے ساتھ نکاح ان کی دینداری کی وجہ سے کرو۔[1]

اسی ضمن میں کتاب وسائل الشیعہ میں ہی حضور اکرم ﷺ کی ایک اور حدیث بھی نقل ہے جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے: جس کا اخلاق اور دین تمھیں پسند آئے اس سے شادی کرو، اگر ایسا نہیں کرو گے تو بہت بڑے فتنے اور فساد میں مبتلا ہو جاؤ گے۔[2] مندرجہ بالا حدیث میں شادی کرنے کے لیے دو چیزوں کا ذکر کیا گیا: ایک دین اور دوسرے اخلاق، چونکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص دیندار تو ہو مثلاً نماز کا پابند ہو، جھوٹ کبھی نہ بولتا ہو، روزے رکھتا ہو، لیکن ساتھ ساتھ بداخلاق بھی ہو، یعنی دوسروں پر طنز بھی کرتا ہو، چھوٹوں کو پیٹتا ہو اور بڑوں کا احترام نہ کرتا ہو، گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے کا رسیا ہو، چنانچہ حدیث میں دین کے ساتھ ساتھ حُسن اخلاق پر بھی توجہ رکھنے کا کہا گیا ہے۔ تربیت کے لیے دوسرا اہم عنصر ماحول ہے۔

مال و جائیداد کا حق: اس طرح عورت کو مہر سے اور وراثت سے جو کچھ مال ملے، وہ پوری طرح سے اس کی مالک ہے؛ کیوں کہ اس پر کسی بھی طرح کی معاشی ذمہ داری نہیں ہے؛ بلکہ وہ سب سے حاصل کرتی ہے؛ اس لیے یہ سب اس کے پاس محفوظ ہے۔ اگر مرد چاہے تو اس کا وراثت میں دوگنا حصہ ہے؛ مگر اسے ہر حال میں عورت پر خرچ کرنا ہوتا ہے، لہٰذا اس طرح سے عورت کی مالی حالت (اسلامی معاشرہ میں) اتنی مستحکم ہو جاتی ہے کہ کبھی کبھی مرد سے زیادہ بہتر حالت میں ہوتی ہے۔

پھر وہ اپنے مال کو جہاں چاہے خرچ کرے، اس پر کسی کا اختیار نہیں، چاہے تو اپنے شوہر کو دے یا اپنی اولاد کو یا پھر کسی کو ہبہ کرے یا خدا کی راہ میں دے، یہ اس کی اپنی مرضی ہے اور اگر وہ از خود کماتی ہے تو اس کی مالک بھی وہی ہے؛ لیکن اس کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے، چاہے وہ کمائے یا نہ کمائے۔ اس طرح سے اسلام کا عطا کردہ معاشی حق عورت کو اتنا مضبوط بنا دیتا ہے کہ عورت جتنا بھی شکر ادا کرے کم ہے؛ جب کہ دیگر معاشروں میں عورت ان معاشی حقوق سے کلیتاً محروم ہے۔

[1] آداب نکاح، باب ثانی، ص ۸۵

[2] وسائل الشیعہ

تمدنی حقوق

شوہر کا انتخاب: شوہر کے انتخاب کے سلسلے میں اسلام نے عورت کو بڑی حد تک آزادی دی ہے۔ نکاح کے سلسلے میں لڑکیوں کی مرضی اور ان کی اجازت ہر حالت میں ضروری قرار دی گئی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

لَايُنْكَحُ الْاَيْمُ حَتّٰى تُسْتَأمَرُ وَلاَ تُنْكَحُ الْبِكْرُ حتى تُسْتأذن[1]

شوہر دیدہ عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے مشورہ نہ لیا جائے اور کنواری عورت کا نکاح بھی اس کی اجازت حاصل کیے بغیر نہ کیا جائے۔[2]

اگر بچپن میں کسی کا نکاح ہو گیا ہو، بالغ ہونے پر لڑکی کی مرضی اس میں شامل نہ ہو تو اسے اختیار ہے کہ اس نکاح کو وہ رد کر سکتی ہے، ایسے میں اس پر کوئی جبر نہیں کر سکتا۔

ہاں اگر عورت ایسے شخص سے شادی کرنا چاہے جو فاسق ہو یا اس کے خاندان کے مقابل نہ ہو تو ایسی صورت میں اولیاء ضرور دخل اندازی کریں گے۔

بیویوں کے حقوق

اسلام کے آنے کے بعد لوگوں نے عورتوں کو بے قدری کی نگاہوں سے دیکھا، اس بے قدری کی ایک شکل یہ تھی کہ لوگ عبادت میں اتنے محو رہتے تھے کہ بیوی کی کوئی خبر نہیں۔ بعض اصحاب کا واقعہ بڑی تفصیل سے حدیث میں مذکور ہے کہ کثرتِ عبادت کی وجہ سے ان کی بیوی کو ان سے شکایت ہوئی، نبی ﷺ نے ان کو بلا کر سمجھایا اور فرمایا کہ تم پر تمہاری بیویوں کا بھی حق ہے، لہٰذا تم عبادت کے ساتھ ساتھ اپنی بیویوں کا بھی خیال رکھو۔

بیویوں کے حقوق کے بارے میں آپ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

''لوگو! عورتوں کے بارے میں میری وصیت قبول کرو، وہ تمہاری زیر نگین ہیں، تم نے ان کو اللہ کے عہد پر اپنی رفاقت میں لیا ہے اور ان کے جسموں کو اللہ ہی کے قانون کے تحت اپنے تصرف میں لیا

[1] مشکوٰۃ کتاب النکاح، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند، ص: ۲۷۰

[2] مشکوٰۃ، باب عشرۃ النساء، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند، ص: ۲۸۱

ہے، تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ گھر میں کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کا آنا تمھیں ناگوار ہے، اگر ایسا کریں تو تم ان کو ہلکی مار مار سکتے ہو اور تم پر ان کو کھانا کھلانا اور پلانا فرض ہے۔[1]

آپ نے ایک جگہ اور فرمایا:

خیرُکم خیرُکم لاھله وأنا خیرُکم لاھلي[2]

تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لیے بہترین ثابت ہو اور خود میں اپنے اہل وعیال کے لیے تم سب سے بہتر ہوں۔

انَّ أکْمَلَ المو ٔمنینَ ایماناً أحسنُہم خُلقاً وألطفُھم لأھله[3]

کامل ترین مومن وہ ہے جو اخلاق میں اچھا ہو اور اپنے اہل وعیال کے لیے نرم خو ہو۔

نبی ﷺ کے فرمان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کو بیویوں کے حق میں سراپا محبت و شفقت ہونا چاہیے اور جائز امر میں ان کی حوصلہ افزائی اور دلجوئی کرنی چاہیے۔ کچھ لمحوں کے لیے دوسروں کے سامنے اچھا بن جانا کوئی مشکل کام نہیں، حقیقتاً نیک اور اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی سے رفاقت کے دوران صبر و تحمل سے کام لینے والا ہو اور محبت و شفقت رکھنے والا ہو۔

آزادیِ رائے کا حق

اسلام میں عورتوں کی آزادی کا حق اتنا ہی ہے جتنا کہ مرد کو حاصل ہے خواہ وہ دینی معاملہ ہو یا دنیاوی۔ اس کو پورا حق ہے کہ وہ دینی حدود میں رہ کر ایک مرد کی طرح اپنی رائے آزادانہ استعمال کرے۔

ایک موقع پر حضرت عمر نے فرمایا کہ: ''تم لوگوں کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ عورتوں کا مہر زیادہ نہ باندھو، اگر مہر زیادہ باندھنا دنیا کے اعتبار سے بڑائی ہوتی اور عنداللہ تقویٰ کی بات ہوتی تو نبی ﷺ اس کے زیادہ مستحق ہوتے۔[4]

[1] مشکوٰۃ بروایت صحیح مسلم، فی قصۃ حجۃالوداع، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند، ص: ۲۲۵

[2] مشکوٰۃ، باب عشرۃالنساء، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند، ص: ۲۸۱

[3] مشکوٰۃ، عن ترمذی، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند، ص:

[4] ترمزی ص

حضرت عمر کو اس تقریر پر ایک عورت نے بھری مجلس میں ٹوکا اور کہا کہ آپ یہ کیسے کہہ رہے ہیں؛ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا[1]

اور ایک کو بہت سامال بھی دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لینا۔

جب خدا نے جائز رکھا ہے کہ شوہر مہر میں ایک قطار بھی دے سکتا ہے تو تم اس کو منع کرنے والے کون ہوتے ہو۔ حضرت عمر نے یہ سن کر فرمایا كُلُّكُمْ أَعْلَمُ مِنْ عُمَر، تم عمر سے زیادہ علم والی ہو اور کسی نے اس عورت کی آزادیِ رائے کو مجروح قرار نہیں دیا کہ حضرت عمر کو کیوں ٹوکا گیا اور ان پر کیوں اعتراض کیا گیا؛ کیوں کہ حضرت عمر کی گفتگو اولیت اور افضیلت میں تھی۔ نفس جواز میں نہ تھی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کو آزادیِ رائے کا پورا حق ہے؛ حتیٰ کہ اسلام نے لونڈیوں کو بھی اپنی آزادانہ رائے رکھنے کا حق دیا اور یہ اتنی عام ہو چکی تھی کہ عرب کی لونڈی اس پر بے جھجھک بنا تردد کے عمل کرتی تھیں حتیٰ کہ رسالت مآب ﷺ کی اس رائے سے جو بحیثیت نبوت و رسالت کے نہیں ہوتی تھی، اس پر بھی بے خوف و خطر کے اپنی رائے پیش کرتی تھیں اور انھیں کسی چیز کا خطرہ محسوس نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی نافرمانی کا۔[2]

اس آزادیِ رائے کا سرچشمہ خود آپ ﷺ کی ذات اقدس تھی۔ آپ ﷺ کی تربیت نے ازواجِ نبوی میں آزادیِ ضمیر کی روح پھونک دی تھی، جس کا اثر تمام عورتوں پر پڑتا تھا۔

۷۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے عورت کو بحیثیت ماں سب سے زیادہ حسنِ سلوک کا مستحق قرار دیا۔

ایک آدمی حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا، یارسول اللہ ﷺ! میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری والدہ، عرض کیا: پھر کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری والدہ، عرض کی: پھر کون ہے؟ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: تمہاری والدہ، عرض کی: پھر کون ہے؟ فرمایا تمہارا والد۔[3]

---

[1]۔ سورہ نساء، آیت ۲۰

[2] اسلام میں عورت کا مقام، مولوی عبدالصمد، رحمانی، دینی بک ڈپو، اردو بازار دہلی، ص: ۲۲۔ ۲۳

[3] بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب من احق الناس بحسن الصحبۃ، ۵ : ۲۲۲۷، رقم: ۵۶۲۶

بحث چہارم

عورت اپنے خالق کی نظر میں:

عورت کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا اور کہا جاتا ہے۔ ماہرین نفسیات ہوں یا شعراء، مذہبی رہنما ہوں یا سماجی شخصیات، سب نے اپنے اپنے علم اور تجربہ کی بنیاد پر بہت کچھ کہا ہے۔ مختلف ممالک اور تہذیبوں میں عورت کے بارے میں طرح طرح کی کہاوتیں موجود ہیں۔ کہیں عورت کو کم عقل، مسائل کی ذمہ دار اور نجانے کیا کیا کہا جاتا تو کچھ نے اسے ایسا پیچیدہ معمہ قرار دیا کہ جسے سمجھنے کے لیے عمر خضر چاہیے لیکن دوسری طرف عورت کے مقام و مرتبہ اجاگر کرنے والوں کی بھی کمی نہیں۔ مولانا حالی عورت کا خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اے ماؤ، بہنو، بیٹیو!۔۔۔ دنیا کی عزت تم سے ہے۔۔۔ ملکوں کی بستی ہو تم ہی۔۔ قوموں کی عزت تم سے ہے۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری بھی اپنی نظم میں عورتوں کی یوں عزت افزائی کرتے ہیں:

یہ ہماری مائیں بہنیں اور بیوی بچیاں
ہم سمجھتے ہیں انہیں اتنا مقدس بے گماں

اس قدر پاک اور مقدس اتنی محبوب و عزیز۔۔۔ جس قدر عورت کی عفت ہے، نہیں ہے کوئی چیز
عورت کے بارے میں مختلف نوعیت کے تصورات اور نظریات کے پیش نظر ضروری ہے کہ عورت کے خالق کی طرف رجوع کیا جائے اور معلوم کیا جائے کہ اصل حقائق کیا ہیں۔ یہ حقیقت تو سب ہی تسلیم کریں گے کہ کسی بھی چیز کے بارے میں اُس کو بنانے والا ہی سب سے بہتر بتا سکتا ہے، اس غرض سے ہم عورت کے خالق اور اور اسے پیدا کرنے کرنے والے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اُس نے جو عورت کی بابت کہا ہے اُس سے آگاہی حاصل کرتے ہیں تاکہ عورت کی اصل حقیقت آشکار ہو سکے۔ رب کائنات نے انسانیت کے نام اپنے آخری پیغام میں انسان کی تخلیق اور اُس کی خصوصیات کا ذکر کیا ہے اور کہا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ[1]

اور بتحقیق ہم نے اولاد آدم کو عزت و تکریم سے نوازا۔

[1] سورہ بنی اسرائیل: ۷۰

ظاہر ہے اس میں عورت بھی شامل ہے۔ انسان ہونے کے ناطے سے جو پیدائشی خصوصیات مردوں میں ہیں وہی خوبیاں عورتوں میں بھی موجود ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں کو انسان قرار دیا ہے اس ضمن میں کوئی فرق روا نہیں رکھا۔

ابتدائے آفرینش سے چونکہ عورت معاشی طور پر مرد کی مرہون منت رہی ہے اور اسے اپنے تحفظ کے لیے بھی مرد کے سہارے کی ضرورت تھی لیکن یہی انحصار مرد کی حاکمیت کا باعث بن گیا۔ قبائلی معاشرہ، رسوم و رواج اور مذہبی تعلیمات نے یہ تصور دیا کہ عورت کی اپنی کوئی حیثیت نہیں بلکہ وہ مرد کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ یعنی عورت پیدائش کے اعتبار سے اہم نہیں اور اس کی ذات کو پیدا کرنا مقصود نہ تھا بلکہ اس کی حیثیت ثانوی ہے اور وہ مرد کی دلجوئی کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ اس تصور کو اسلام نے رد کرتے ہوئے سورہ نساء کی پہلی ہی آیت میں انسان کی تخلیق کے بارے میں بتایا کہ اُسے نفس واحدہ سے پیدا کیا۔ دور حاضر کے مفسرین نفس واحدہ سے مراد ایک خلیہ لیتے ہیں جس سے تمام انسانوں کی تخلیق ہوئی۔ یہی تصور جدید سائنسی تحقیقات کے بھی مطابق ہے گویا تمام انسان یعنی مرد اور عورتوں کی تخلیق کا آغاز ایک سیل سے ہوا تھا لہذا پیدائش کے اعتبار دونوں یکساں ہیں۔ اسی حقیقت کو سورہ الاعراف کی آیت ۱۸۹ میں پھر دہرایا کہ تمام انسانوں کو نفس واحدہ (Single Cell) سے پیدا کیا۔ ان دونوں قرآنی آیات سے اس تصور کی نفی ہو جاتی ہے کہ تخلیق کے لحاظ سے عورت کی حیثیت ثانوی ہے۔ ہمارے ہاں یہ تصور بھی عام کہ حضرت آدمؑ نے اپنی بیوی یعنی حضرت حواؑ کے کہنے پر ہی شجر ممنوع کھایا تھا۔ گویا آدمؑ کے جنت سے نکلوائے جانے کا ذمہ دار عورت کو قرار دیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے اس تصور کو بھی رد کر دیا اور بتایا کہ شیطان نے دونوں کو ورغلایا اور دونوں نے ترک اولیٰ کا ارتکاب کیا۔[1]

چونکہ دونوں مشترکہ طور پر اس کے ذمہ دار تھے اور دونوں نے اس کا اعتراف کرتے ہوئے بیک زبان دونوں نے توبہ کی دعا کی۔[2] اللہ تعالیٰ نے دونوں کی توبہ قبول کی۔ یہاں یہ امر بھی اہم ہے کہ قرآن مجید میں حوا کا نام تک نہیں آیا۔

---

[1]۔ سورہ بقرہ، آیت ۳۶

[2]۔ سورہ اعراف، آیت ۲۳

خالق کائنات نے بھی واضح کر دیا کہ مرد ہو یا عورت جو بھی نیک اعمال کرے گا اُسے جنت ملے۔[1] اس کی مزید وضاحت سورہ نساء کی آیت ۱۲۴ میں یوں کی:

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا[2]

اور جو نیک اعمال بجالائے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو (سب) جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

سورہ النحل کی آیت ستانوے میں یہی اصول پھر دہرایا:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ[3]

جو نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے پاکیزہ زندگی ضرور عطا کریں گے اور ان کے بہترین اعمال کی جزا میں ہم انہیں اجر (بھی) ضرور دیں گے۔

اس حقیقت کو تو سب تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام سے پہلے وراثت میں عورت کا حصہ نہیں ہوتا تھا اور اسلام نے ہی عورت کو یہ حق دیا۔ قرآن حکیم نے اعلان کیا:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَفْرُوضًا[4]

ور جو مال ماں باپ اور قریبی رشتے دار چھوڑ جائیں اس میں مردوں کا ایک حصہ ہے اور (ایسا ہی) جو مال ماں باپ اور قریبی رشتے دار چھوڑ جائیں اس میں تھوڑا ہو یا بہت عورتوں کا بھی ایک حصہ ہے، یہ حصہ ایک طے شدہ امر ہے۔

---

[1] سورہ آل عمران، آیت ۱۹۵
[2] النساء: ۱۲۴
[3] النحل: ۹۷
[4] سورہ نساء، آیت ۷

اسلام نے عورتوں کو کام کرنے اور کمانے کی اجازت دیتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ عورتیں کما بھی سکتی ہیں اور وہ اپنے مال کی مالک و مختار بھی ہیں۔ سورہ نساء کی آیت ۳۲ میں اس کی وضاحت یوں کی:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا ۖ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا[1]

ور جس چیز میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اس کی تمنا نہ کیا کرو، مردوں کو اپنی کمائی کا حصہ مل جائے گا اور عورتوں کو اپنی کمائی کا حصہ مل جائے گا اور اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہو، یقیناً اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھتا ہے۔

عورت کو اپنی زندگی کا سب سے اہم فیصلہ یعنی شادی اور اپنے جیون ساتھی کو اپنی مرضی سے چننے کا حق بھی اسلام نے دیا اور قرآن حکیم میں واضح کیا کہ عورت کی زبردستی شادی نہ جائے۔[2] اسی طرح شادی کے لیے بلوغت کو بھی اہم قرار دیا تاکہ اپنی زندگی کے اہم ترین فیصلہ کے وقت وہ باشعور ہوں اس طرح کم سنی کی شادی کا راستہ بند کیا۔[3]

خالق کائنات نے مرد اور عورت کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے۔[4] یعنی وہ ایک دوسرے کا زوج دونوں ایک دوسرے کا complementary part ہیں۔ قرآن حکیم عورتوں کو مردوں کا ہمدوش قرار دیتا ہے۔ انہیں نہ صرف اس دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی ایک دوسرے کا ساتھی اور مددگار کہا ہے۔ سورہ توبہ کی آیت ۷۱ میں ہے:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ[5]

---

[1] ۔ النساء: ۳۲

[2] ۔ سورہ نساء، آیت ۱۹

[3] ۔ سورہ نساء، آیت ۶

[4] ۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۶۷

[5] ۔ توبہ: ۷۱

اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے بہی خواہ ہیں، وہ نیک کاموں کی ترغیب دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ رحم فرمائے گا، بے شک اللہ بڑا غالب آنے والا، حکمت والا ہے۔

خالق کائنات مردوں اور عورتوں کو زندگی کے ہر شعبہ میں دونوں کو ساتھ ساتھ رکھتا ہے۔ سورہ احزاب کی آیت ۳۵ کو دیکھیے کہ کس طرح وضاحت سے یہ بیان کیا ہے کہ جو خوبیاں مردوں میں ہیں وہی عورتوں میں بھی موجود ہیں۔ مرد وزن کے تفاوت کے حوالے سے دنیا کے کسی بھی لٹریچر میں ایسی تفصیلی یکسانیت اور ادبی حسن نظر نہیں آئے گا۔ ارشاد ہوتا ہے: بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور صدق والے مرد اور صدق والی عورتیں اور صبر والے مرد اور صبر والی عورتیں اور عاجزی والے مرد اور عاجزی والی عورتیں اور صدقہ و خیرات کرنے والے مرد اور صدقہ و خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ نے اِن سب کے لیے بخشش اور عظیم اجر تیار فرما رکھا ہے۔

غور کریں کہ زندگی کا کون سا گوشہ اور خوبی رہ گئی ہے جو صرف مردوں میں ہو اور عورتیں اس سے محروم ہوں۔ علامہ اقبال نے عورت کی عظمت اور اہمیت کو کس خوبصورتی سے پیش کیا ہے:

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اُسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز درو

شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشت خاک اس کی۔۔۔ کہ ہر شرف ہے اُسی درج کا در مکنوں
مکالمات فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن۔۔۔ اُسی کے شعلے سے ٹوٹا شرار افلاطوں

قرآن کی نگاہ میں عورت کا مقام

قرآن تخلیق سے لے کر تدفین تک اور عمل سے لے کر حشر تک بغیر کسی امتیازی رویے اور فرق جنس کے مرد و عوت کے لیے ایک طرح کی حیثیت سے معاملہ رکھتا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ۔ [1]
بتحقیق ہم نے انسان کو بہترین اعتدال میں پیدا کیا۔
یہاں بھی لفظ ''انسان'' کا استعمال ہوا ہے جو مرد و عورت دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ درج بالا آیات میں ''بشر'' اور ''انسان'' کے الفاظ استعمال کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ تخلیق کی بحث میں کسی ایک صنف کو خصوصیت نہ دی جائے۔ اسی امتیاز کو مٹانے کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے تخلیق کے وقت ''مرد یا عورت'' کے پیدا کرنے کی بات نہیں کی بلکہ ''بشر اور انسان'' جیسے منفرد الفاظ سے اپنی تخلیق کو موسوم کیا۔ وہ پہلا بشر یا انسان بے شک ایک مرد یعنی آدمؑ تھے۔ اس کے اثبات میں ایک لطیف اشارہ درج ذیل آیت سے بھی ملتا ہے۔
اسی طرح قرآن حکیم نے بخشش اور کامیابی و کامرانی کے لیے جو اصول بیان فرمائے اس میں مرد و عورت دونوں کو مخاطب کیا گیا جو اس بات کی علامت ہیں کہ مرد و عورت کی حیثیت، فضیلت اور قدر و منزلت مساوی ہے، ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا۔ [2]

یقیناً مسلم مرد اور مسلم عورتیں، مومن مرد اور مومنہ عورتیں، اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں، راستگو مرد اور راستگو عورتیں، صابر مرد اور صابرہ عورتیں، فروتنی کرنے والے مرد اور فروتن عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اپنی عفت کے محافظ مرد اور عفت کی محافظہ عورتیں نیز اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر

[1] سورہ تین، آیت ۴
[2] سورہ احزاب، آیت ۳۵

کرنے والی عورتیں وہ ہیں جن کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔

اسی طرح قرآن کے نزدیک صلاح و تقوی اور آخرت کی کامیابی کا جو معیار مرد کے لیے ہے وہی معیار عورت کے لیے، اس معیار کو پورا کیے بغیر نہ مرد اپنی منزل کو پا سکتا ہے اور نہ عورت۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قرآنی دنیا میں تربیت

دنیا میں کوئی بھی دین یا مکتبِ فکر اس وقت موضوعِ بحث بنتا ہے اور کھل کر منظرِ عام پر آتا ہے جب اس کی آغوشِ تربیت میں پرورش پانے والے افراد اپنے مخصوص افکار و عقائد کی روشنی میں ایک مخصوص نظریاتی معاشرہ تشکیل دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ آج دنیا میں جتنے بھی ادیان و مذاہب اور مکاتب موجود ہیں وہ اپنی اپنی توانائی اور صلاحیّت کے مطابق معاشرہ سازی میں مشغول ہیں۔ آج ایک مخصوص اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں کے سامنے "اسلامی عقائد و افکار" کو خالص اور بہترین انداز میں اس طرح پیش کیا جائے کہ لوگ خود بخود ان کی طرف کھچے چلے آئیں اور مل کر ایک معاشرہ تشکیل دیں۔ اگر کسی دین یا مکتب کے پاس پُرکشش عقائد نہ ہوں یا اگر عقائد تو پُرکشش ہوں لیکن بہترین انداز میں پیش نہ کیے جائیں تو ایسا دین نہ تو عوام کے دلوں میں اپنی جگہ بنا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی معاشرہ تشکیل دے سکتا ہے۔

عقائد و افکار کی حقیقی معنوں میں ترویج و اشاعت، نشو و نما اور فروغ کے لیے علمی و نظریاتی بنیادوں پر افراد سازی کی ضرورت ہے۔ کسی بھی دین یا مکتب کا تربیتی نظام جتنا معیاری ہوگا، معاشرے کے اندر اس کا اثر ورسوخ بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ دنیا کے دیگر ادیان و مکاتب کی مانند دینِ اسلام بھی ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لیے کوشاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دینِ اسلام بھی اپنے پیروکاروں کو تعلیم و تبلیغ کے ساتھ ساتھ تربیت کی دعوت بھی دیتا ہے۔ مسلمانوں کو حصول علم کے حوالے سے اگر پیغمبر اسلام ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ "علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے" تو دوسری طرف صاحبان علم یا علماء کے بارے میں امیر المومنین حضرت علیؑ یہ فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ "خدا نے جاہلوں سے علم حاصل کرنے کا عہد لینے سے پہلے عالموں سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ جاہلوں

تک علم پہنچائیں"۔ مذکورہ دونوں حدیثوں سے یہ پتہ چلتاہے کہ تعلیم و تبلیغ کا چولی دامن کا ساتھ ہے، یعنی تبلیغ کے بغیر تعلیم اور تعلیم کے بغیر تبلیغ ناقص ہے۔ قرآنی آیات وروایات کی روشنی میں تحقیق کرنے نیز اسلامی مفکرین کے نظریات وافکار کے مطالعے سے پتہ چلتاہے کہ جس طرح تعلیم و تبلیغ کا آپس میں گہرا تعلق ہے اسی طرح تربیت کا بھی تعلیم و تبلیغ سے گہرا ناطہ ہے۔اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نہ صرف یہ کہ تربیت کے بغیر تعلیم و تبلیغ ناقص ہے بلکہ مضر اور نقصان دہ بھی ہے۔یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام اور معصومینؑ تربیت پر بہت زیادہ توجہ دیتے تھے۔چنانچہ رسول اکرمؐ فرماتے ہے:من كان عنده فليتصاب له، ترجمہ جس کے پاس کوئی بچہ ہوااسے چاہیے کہ اس کی پرورش میں وہ بچہ جیسا کردار ادا کریں۔[1]

آیئے لغت واصطلاح اسلامی مفکرین نیز قرآن وسنّت کی روشنی میں تربیت کے حقیقی مفہوم اور تربیت کرنے کے آداب کو جاننے سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لغت میں تربیت لغتِ عرب میں لفظِ تربیت کے کئی معانی ذکر کیے گئے ہیں جن میں سے چند اہم درج ذیل ہیں: مکمل کرنا، اصلاح کرنا،پرورش کرنا۔راغب اصفہانی نے مفردات میں لکھاہے کہ تربیت کا مصدر "ربّ" ہے اور اس کا مطلب کسی چیز کو مرحلہ وار اگانا، نشو نما دینااور اس طرح اس کی پرورش کرنا ہے کہ وہ چیز اپنے کمال کو پہنچ جائے۔یادرہے کہ کلمہ رب قرآن مجید میں۹۶۰ مرتبہ استعمال ہوا ہے اور کلمہ "رب العالمین"۴۲ بار۔اصطلاح میں تربیت اصطلاح میں اس عمل کو تربیت کہتے ہیں کہ انسان میں پائی جانے والی لاتعداد صلاحیّتیں اس طرح سے پرورش پائیں اور نکھریں کہ وہ کمال تک پہنچ جائے۔مندرجہ بالا تعریف سے یہ پتہ چلتاہے کہ انسانی تربیت سے مراد یہ ہے کہ کسی انسان کو ایسے ماحول اور ایسے حالات میں رکھا جائے کہ اس کی قابلیت نکھر کر سامنے آئے اور اس کی صلاحیّتوں کی اس قدر پرورش ہو کہ وہ انسان کامل بن جائے۔ تربیت شہید مطہری کے نزدیک معدنیات کو کسی سانچے میں ڈھال کر ایک خاص شکل دینے کا نام تربیت نہیں ہے۔مثلاً جب زر گر سونے کو تراش کر انگوٹھی بناتاہے تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ زرگر نے سونے کی تربیت کرکے انگوٹھی بنائی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ انگوٹھی بنانے کا سارا عمل سونے کی بیرونی سطح پر واقع ہوا ہے

---

[1] آینہ حقوق، ص ۴۴۳

جبکہ تربیت اندرونی صلاحیّتوں کو نکھارنے کا نام ہے۔ شہید مطہری کے مطابق تربیت صرف اور صرف جانداروں کی ممکن ہے جبکہ بے جان اشیاء کے لیے اگر ہم کہیں تربیت کا لفظ استعمال ہوتے ہوئے دیکھیں تو ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ مجازاً استعمال ہوا ہے۔

شہید مطہری کے بقول تربیت چونکہ فطری صلاحیّتوں کو بروئے کار لانے کا نام ہے اور تربیت کا مقصد فطری صلاحیّتوں کو اجاگر کرنا ہے اس لیے تربیت فطری تقاضوں کے عین مطابق ہونی چاہیے اور طاقت و زبردستی کے ساتھ یہ کام ممکن نہیں۔ مثلاً ہم ایک "کلی" کو یعنی غنچے کو طاقت اور جبر کے ساتھ پھول نہیں بنا سکتے چونکہ پھول بننا ایک فطری عمل ہے جبکہ طاقت اور جبر کا استعمال خلافِ فطرت ہے۔ شہید مطہری یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی جاندار کی اپنی صلاحیّتوں کو اجاگر کرنے کا نام تربیت ہے، چنانچہ اگر کسی جانور کو اس کی اپنی فطرت سے ہٹ کر کسی دوسرے جانور کی فطرت سکھائی جائے تو اس کا نام بھی تربیت نہیں یعنی اگر ایک جاندار کی صلاحیّتیں کسی دوسرے جاندار پر ٹھونسی جائیں تو اس ٹھونسنے کا نام تربیت نہیں۔ صلاحیّتیں ٹھونسنے کے عمل کو ہم اس سادہ سی مثال سے سمجھ سکتے ہیں کہ جب مداری ایک ریچھ کو کچھ کرتب سکھاتا ہے تو ریچھ مختلف طرح کی اداکاری (Acting) کرنے لگتا ہے۔ وہ کبھی اچھے شوہر کی اداکاری کرتا ہے، کبھی اچھے بچے کی نقلیں اتارتا ہے، لیکن اچھا بچہ یا اچھا شوہر بننے کی صلاحیّت اس کے اندر موجود نہ ہونے کے باعث اداکاری کے بعد ریچھ نہ ہی تو اچھا شوہر بنتا ہے اور نہ ہی اچھا بچہ، وہ بالآخر ریچھ کا ریچھ ہی رہتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو چیز کسی جاندار کے صرف ظاہر تک محدود ہو وہ اداکاری تو ہے لیکن تربیت نہیں۔

تعلیم و تربیت علامہ طباطبائیؒ کی نگاہ میں

علامہ طباطبائیؒ کے نزدیک تعلیم و تربیت دو الگ الگ اصطلاحیں ہیں اور دونوں کا مفہوم جدا جدا ہے۔ علامہ نے تربیت کو تزکیہ اور ہدایت کے مترادف قرار دیا ہے جبکہ تعلیم کو انگریزی کے لفظ Education کے مترادف لیا ہے، جس سے مراد سکولوں اور تعلیمی اداروں میں سیکھنے سکھانے کی سرگرمی ہے۔ آپ نے المیزان جلد ۳، صفحہ ۸۵ پر اس ضمن میں لکھا ہے کہ طالب علم جن مشکل مطالب کو حاصل نہیں کر سکتا، انہیں حاصل کرنے کے لیے ایک دانا استاد کے ذریعے ذہن کی ہدایت کرنے کے عمل کو تعلیم کہتے ہیں۔ اس طرح تعلیم راستے کو آسان کرنے اور منزل کو نزدیک

کرنے کا نام تو ہے لیکن منزل کا راستہ ڈھونڈنے یا علم کو با مقصد بنانے کا نام نہیں۔ مذکورہ تعریف سے تعلیم و تربیت کا فرق بھی بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ تعلیم حصولِ علم کے لیے انسان کی ذہنی و دماغی رہنمائی کا نام ہے۔ اس دماغی رہنمائی سے طالب علم کے لیے حصول علم کا راستہ آسان ہو جاتا ہے اور وہ جس چیز کے بارے میں علم حاصل کرنا چاہتا ہے بہت جلد اس کے نزدیک ہو جاتا ہے جبکہ تربیت کے ذریعے انسان اپنے علم کو با مقصد بناتا ہے اور اسے با مقصد بنانے کے لیے راستہ ڈھونڈتا ہے۔

تعلیم و تربیت حضرت امام خمینیؒ کی نگاہ میں

خدا کی طرف سے جتنے بھی انبیاءؑ آئے ہیں وہ انسان کی تربیت اور انسان سازی کے لیے آئے ہیں۔ تمام الٰہی کتابیں خصوصًا قرآن مجید کی یہ کوشش ہے کہ انسان کی تربیت کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی تربیت سے پورے عالم (جہان) کی تربّیت ہوسکتی ہے اور ایک تربیت شدہ انسان جس قدر معاشرے کے لیے مفید ہے اتنا کوئی فرشتہ یا کوئی اور مخلوق مفید نہیں ہے۔ پوری دنیا کا انحصار انسان کی تربیت پر ہے۔ ساری موجودات کا نچوڑ اور پوری کائنات کا خلاصہ انسان ہے۔ انبیاءؑ اس لیے آئے ہیں کہ اس خلاصہ کائنات کو ویسا ہی (باکمال) بنادیں جیسا یہ بن سکتا ہے۔[1] اسی طرح صحیفہ نور میں ہی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ اگر علم کے ساتھ تربیت نہ ہو تو نقصان دہ ہے۔ تربیت کریں، تربیت بہت ضروری ہے۔ صرف علم کا کوئی فائدہ نہیں ہے، صرف علم نقصان دہ ہے۔[2] مندرجہ ذیل بالا بحث کے بعد ہمارے لیے "تربیت" کی اہمیّت کو سمجھنا کافی حد تک آسان ہوگیا ہے۔

مسلم ماہرین تعلیم و تربیت کے مطابق

تعلیم کے ذریعے حقیقت کو جانا جاتا ہے اور تربیت کے ذریعے حقیقت سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ آقای مرتضیٰ زاہدی نے اپنی کتاب "نظریہ تربیتی اسلام" کے صفحہ نمبر ۱۴۵ پر یہ لکھا ہے کہ علم کے ذریعے انسان صحیح فیصلے تک پہنچتا ہے جب کہ تربیت کی بدولت انسان صحیح فیصلہ کرتا ہے۔ اسی طرح شہید مطہریؒ کے نزدیک بغیر تربیت کے علم صرف معلومات کا انبار ہوتا ہے، اگر ان معلومات کو تجزیہ و

[1]۔ صحیفہ نور، ج۲۱، صفحہ ۱۱۰

[2]۔ صحیفہ نور، ج۱۴، ص ۱۰۳

تحلیل کے ذریعے کارآمد اور مفید نہ بنایا جائے تو یہ کسی کام کی نہیں۔ یعنی علم کو عملی طور پر مفید بنانے کی صلاحیّت کا نام تربیت ہے۔ تربیت کی اہمیّت کو ہم اس مثال سے بھی سمجھ سکتے ہیں کہ ایک شخص مسلسل سولہ سال تک مختلف تعلیمی اداروں میں علم حاصل کرتا رہا ہے اور سولہ سال بعد اس نے ایک یونیورسٹی سے ایم۔اے اسلامیات کی سند بھی حاصل کرلی ہے لیکن اس کے باوجود اس کی عملی زندگی میں اس کی تعلیم کا کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ ایسے شخص کو ایم۔اے اسلامیات کرنے کے باعث بہت سارے اسلامی حقائق و واقعات کا تو علم ہو جاتا ہے لیکن اسلامی اصولوں پر تربیت نہ ہونے کے باعث اپنی روز مرّہ زندگی میں سچ کو جھوٹ سے اور حق کو باطل سے جدا نہیں کر پاتا۔ اب آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن و سنّت میں انسانی تربیت کا کیا طریقہ بتایا گیا ہے۔

قرآن و سنّت کی روشنی میں تربیت کرنے کا طریقہ

قرآن و سنّت کی روشنی میں انسان کی تربیت کے لیے مربّی کے اوصاف نیز تربیت کے مختلف انداز بھی بیان کیے گئے ہیں جنہیں بطورِ خلاصہ ہم یہاں پر بیان کر رہے ہیں:

مربّی (تربیت کرنے والے) کی خصوصیات   اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تربیت پانے والے یعنی متربّی کے مقابلے میں تربیت کرنے والے یعنی مربّی کے اندر غرور و تکبّر نہیں ہونا چاہیے، اسے یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ میں تربیت کرنے پر مامور ہوں اس لیے میرا مقام اور مرتبہ اس شخص سے یعنی متربّی سے بلند ہے۔ اگر مربّی اس طرح سے سوچے گا تو مربّی اور متربّی کے درمیان فاصلہ پڑ جائے گا۔ مربّی کو چاہیے کہ وہ متربّی کو اپنا ہم نفس اور اپنے جیسا محترم سمجھے، چنانچہ اللہ نے حضور اکرم ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے: رسول مِن انفسکم: تمہارے نفوس میں سے رسول بھیجا۔ جب مربّی اپنے آپ کو متربّی کا ہم نفس سمجھتا ہے تو پھر وہ اس کی ہدایت اور تربیت کے لیے اپنی جان تک لڑا دیتا ہے۔ جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کی ہی ایک اور صفت یہ بیان کی گئی ہے: عزیز علیہ ما عنتم: تم پر جو تکلیف آتی ہے وہ ان کے لیے بہت سنگین ہوتی ہے۔

ایک مربّی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی تعلیم و تربیت سے بھی غافل نہ ہو اور ہمیشہ اپنی تربیت اور علم میں بھی اضافے کے لیے کوشاں رہے جیسا کہ خود پیغمبر اکرم ﷺ کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے: قل رب زدنی علما: اے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔ اسی طرح ایک مربّی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے کردار اور گفتار میں تضاد نہ ہو اور وہ جو کچھ متربّی سے کہے خود بھی اس پر عمل

کرے اور وہ متربّی کی جن صلاحیتوں کو نکھارنا چاہتا ہو خود اس کی وہ صلاحیتیں نکھر کر سامنے آچکی ہوں۔ جیسا کہ نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: من نصبَ نفسَہ للناسِ اماماً فعلیہِ اَن یَبدَئَ بتعلیمِ نفسِہِ قبلَ تعلیمِ غیرِہ۔۔۔ تادیبُہ بسیرَتِہِ قبلَ تادِیبِہِ بِلِسَانِہِ: جو شخص بھی اپنے آپ کو لوگوں کے لیے امام (نمونہ عمل) بنانا چاہے تو اسے چاہیے کہ دوسروں کو تعلیم دینے سے پہلے اپنی تعلیم کا آغاز کرے اور اپنی زبان کے بجائے اپنی سیرت سے دوسروں کی تربیت کرے[1]۔

انبیاء کرامؑ زبان کے بجائے عملی طور پر اپنے کردار کے ساتھ لوگوں کی تربیت کرتے تھے، اسی لیے دین اسلام نے انبیاء کرامؑ کو عوام النّاس کے لیے نمونہ عمل قرار دیا ہے اور قرآن مجید نے حضور ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: لقدکان لکم فی رسول اللہ اسو ۃ حسنہ ،بے شک نبی اکرم ﷺ تمہارے لیے بہترین نمونہ عمل ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن و سنّت میں تربیت کے مختلف اسلوب بھی بیان کیے گئے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(الف) اسلوبِ وعظ و نصیحت:

قرآن مجید میں ارشاد پروردگار ہے:

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ[2]

اے رسول) حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے رب کی راہ کی طرف دعوت دیں۔

لغت میں موعظہ سے مراد ایسی چیز ہے جو انسان کو گناہ سے ڈراتی اور روکتی ہے اور انسان کے دل کو نرم کرتی ہے۔ یہ موعظہ ممکن ہے ایک تقریر سے، ایک شعر سے، ایک کہانی یا پھر ایک ویڈیو سے ہی انجام پا جائے۔

ب) امتحان و آزمائش:

قرآن مجید نے انسانی تربیت کا ایک اہم اسلوب امتحان و آزمائش کو قرار دیا ہے۔ امتحان و آزمائش کے موقع پر انسان کا باطن کھل کر سامنے آجاتا ہے اور اس کی مخفی صلاحیتیں ایک دم منظرِ عام پر آجاتی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد پروردگار ہے:

---

[1] نہج البلاغہ کلمات قصار ۷۳

[2] ۔ النحل: ۱۲۵

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ[1]

ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا کہ اسے آزمائیں۔

مربی کو چاہیے کہ وہ مناسب اوقات میں متربّی کا امتحان لے اور اسے آزمائش و امتحان کے مختلف مراحل سے گزارے۔اس کے علاوہ قرآن نے انسان کی تربیت کے لیے غور و فکر اور دعوتِ تفکر کا اسلوب بھی بیان کیا ہے

ج)دعوتِ فکر:

دین اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان غور و فکر کرے اور تحقیق کی روشنی میں اپنا عقیدہ خود بنائے۔جیسا کہ ارشادِ پروردگار ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ[2]

بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں صاحبان عقل کے لیے نشانیاں ہیں۔

اسلام یہ نہیں چاہتا کہ کوئی بھی شخص آنکھیں بند کر کے اپنی زندگی گزارے اور بے جا تعصب کے پردوں میں اپنی شخصیّت کو لپیٹے رکھے، چنانچہ قرآن مجید میں سات سو سے زائد مقامات پر انسان کو غور و فکر اور تفکّر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔پس مربّی کو چاہیے کہ وہ بھی متربّی پر اپنی رائے مسلط کرنے کے بجائے اسے غور و فکر کرنے کی ترغیب دے تاکہ متربّی کی باطنی صلاحیتیں، تحقیق و جستجو کی روشنی میں نکھرنے پائیں۔

د)انفرادی یا خصوصی تربیت:

دینِ اسلام میں افراد کی انفرادی اور خصوصی تربیت کی روش بھی بیان کی گئی ہے جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام کو پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے اور انہیں معارف نبوی اور علوم الٰہیہ سے مستفید کرتے تھے۔اسی طرح معصومین بھی اگر کسی شخص میں تربیت پانے کی خاص

[1] ۔دہر: ۲

[2] ۔آل عمران: ۱۹۰

استعداد دیکھتے تھے تو اس کو علیحدہ سے وقت دیتے تھے جیسے امیر المومنینؑ نے عبداللہ ابن عباسؓ کی بطور مفسّرِ قرآن تربیت کی۔ پس مربّی کو چاہیے کہ وہ سب کے ساتھ ایک ہی روش نہ اپنائے، افراد کے ساتھ ان کی صلاحیتوں کے مطابق کام کیا جائے اور معیاری طور پر تربیت کے عمل کو انجام دینے کے لیے ضروری ہے کہ ان میں سے خصوصی افراد کو الگ کیا جائے اور ان پر خاص توجہ دی جائے۔

ر)امید و خوف: دینِ اسلام میں انسان کی تربیت کے لیے امید اور خوف دونوں کو استعمال کیا گیا ہے۔ اگر انسان کو صرف اور صرف انعامات کی امید دلائی جائے اور اسے ناکامی کے نتائج سے نہ ڈرایا جائے تو وہ سستی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر انسان کو صرف اور صرف ناکامی سے ڈرایا اور اسے کامیابی کے نتائج و ثمرات سے آگاہ نہ کیا جائے تو بھی وہ پست ہمتی، بزدلی اور سستی کا شکار ہو جاتا ہے۔

تربیت کے اثرات اور جدید سائنسی تحقیقات

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو جو مرتبہ عطا فرمایا ہے یہ کس وجہ سے عطا فرمایا ہے؟ اس وجہ سے عطا فرمایا ہے کہ آنے والی اولاد اور نسل کی استاد، معلم اور مربی عورت ہی ہے، مرد نہیں ہے اور صرف معلم اور استاد ہی نہیں بلکہ اس کو حیوان سے انسان بناتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی صحابی نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت خطابت اور قوت گویائی بدرجہ کمال عطا فرمائی ہے۔ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سارے کمالات وہبی ہیں، اللہ پاک کی طرف سے عطا کردہ ہیں مگر آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کس خاتون کا دودھ پیا ہے؟ میں نے خاندان بنو سعد کی ایک نیک خاتون کا دودھ پیا ہے جس کا نام حلیمہ سعدیہ ہے، فرمایا کہ یہ اس کے دودھ کی تاثیر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بچہ کے اندر ماں کے سینے سے جو دودھ کے قطرے جاتے ہیں تو اگر ماں دیندار ہے تو اس کے دودھ کے ساتھ ساتھ بچہ کے اندر نور معرفت بھی جاتا ہے اور اگر وہ بے چین ہے تو اس کے دودھ کے ساتھ ساتھ بے دینی بھی بچے کے اندر جاتی ہے۔

اسلام نے آج سے ۱۴۰۰ سو سال پہلے بتا دیا کہ بچہ پر ماں کی ہر حرکت کا اثر پڑتا ہے۔ ماں جو اچھے یا برے عمل کرے گی بچہ پر ان کے اثرات پڑیں گے جب کہ جدید سائنس آج سینکڑوں سال بعد اس قول کی تصدیق کر رہی ہے۔

خلاصہ

تاریخ گواہ ہے کہ عرصہ دراز سے عورت مظلوم چلی آرہی تھی۔ یونان، مصر، عراق، ہند اور چین میں غرض ہر قوم میں ہر خطہ میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی، جہاں عورتوں پر ظلم کے پہاڑ نہ ٹوٹے ہوں۔ لوگ اسے اپنے عیش و عشرت کی غرض سے خرید و فروخت کرتے، ان کے ساتھ حیوانوں سے بھی بُرا سلوک کیا جاتا تھا؛ حتی کہ اہلِ عرب عورت کے وجود کو موجبِ عار سمجھتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے۔ ہندوستان میں شوہر کی چتا پر اس کی بیوہ کو جلایا جاتا تھا۔ واہیانہ مذاہب عورت کو گناہ کا سرچشمہ اور معصیت کا دروازہ سمجھتے تھے۔ اس سے تعلق رکھنا روحانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے تھے۔ دنیا کی زیادہ تر تہذیبوں میں اس کی سماجی حیثیت نہیں تھی۔ اسے حقیر و ذلیل نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ اس کے معاشی و سیاسی حقوق نہیں تھے، وہ آزادانہ طریقے سے کوئی لین دین نہیں کر سکتی تھی۔ وہ باپ کی پھر شوہر کی اور اس کے بعد اولادِ نرینہ کی تابع اور محکوم تھی۔ اس کی کوئی اپنی مرضی نہیں تھی اور نہ ہی اسے کسی پر کوئی اقتدار حاصل تھا؛ یہاں تک کہ اسے فریاد کرنے کا بھی حق حاصل نہیں تھا۔

اس میں کوئی شک بھی نہیں کہ بعض مرتبہ عورت کے ہاتھ میں زمام اقتدار بھی رہا ہے اور اس کے اشارے پر حکومت و سلطنت گردش کرتی رہی ہے، یوں تو خاندان اور طبقے پر اس کا غلبہ تھا؛ لیکن بعض مسائل میں مرد پر بھی ایک عورت کو بالادستی حاصل رہی، اب بھی ایسے قبائل موجود ہیں، جہاں عورتوں کا بول بالا ہے؛ لیکن ایک عورت کی حیثیت سے ان کے حالات میں زیادہ فرق نہیں آیا، ان کے حقوق پر دست درازی جاری ہی رہی اور وہ مظلوم کی مظلوم ہی رہی۔

لیکن اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورت پر احسان عظیم کیا اور اس کو ذلت و پستی کے گڑھوں سے نکالا جب کہ وہ اس کی انتہا کو پہنچ چکی تھی، اس کے وجود کو گوارا کرنے سے بھی انکار کیا جا رہا تھا تو نبی کریم ﷺ رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے اور آپ نے پوری انسانیت کو اس آگ کی لپیٹ سے بچایا اور عورت کو بھی اس گڑھے سے نکالا اور اس زندہ دفن کرنے والی عورت کو بے پناہ حقوق عطا فرمائے اور قومی و ملی زندگی میں عورتوں کی کیا اہمیت ہے، اس کو سامنے رکھ کر اس کی فطرت کے مطابق اس کو ذمہ داریاں سونپیں۔

مغربی تہذیب بھی عورت کو کچھ حقوق دیتی ہے؛ مگر عورت کی حیثیت سے نہیں؛ بلکہ یہ اس وقت اس کو عزت دیتی ہے، جب وہ ایک مصنوعی مرد بن کر ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے پر تیار ہو جائے؛ مگر نبیِ کریم ﷺ کا لایا ہوا دین عورت کی حیثیت سے ہی اسے ساری عزتیں اور حقوق دیتا ہے اور وہی ذمہ داریاں اس پر عائد کی ہیں جو خود فطرت نے اس کے سپرد کی ہے۔

عام طور پر کمزور کو اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے کافی محنت و کوشش کرنی پڑتی ہے۔ تب کہیں جا کر ان کو ان کے جائز حقوق ملتے ہیں، ورنہ اس کو حقوق ملنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ موجودہ دور نے اپنی بحث و تمحیص اور احتجاج کے بعد عورت کے کچھ بنیادی حقوق تسلیم کیے اور یہ اس دور کا احسان مانا جاتا ہے؛ حالاں کہ یہ احسان اسلام کا ہے، سب سے پہلے اسی نے عورت کو وہ حقوق دیے جس سے وہ مدتِ دراز سے محروم چلی آ رہی تھی۔ یہ حقوق اسلام نے اس لیے نہیں دیے کہ عورت اس کا مطالبہ کر رہی تھی؛ بلکہ اس لیے کہ یہ عورت کے فطری حقوق تھے اور اسے ملنا ہی چاہیے تھے۔ اسلام نے عورت کا جو مقام و مرتبہ معاشرے میں متعین کیا، وہ جدید و قدیم کی بے ہودہ روایتوں سے پاک ہے، نہ تو عورت کو گناہ کا پُتلا بنا کر ظلم کی اجازت ہے اور نہ ہی اسے یورپ کی سی آزادی حاصل ہے۔

منابع

۱. قران مجید کلام الٰہی
۲. آیئنہ حقوق، آیت اللہ مشایخی
۳. فیضان الرحمٰن، مفسر قرآن حجتہ الاسلام حضرت آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی
۴. الکوثر، الشیخ محسن نجفی
۵. صحیح مسلم شریف، مولانہ مفتی صدیق ہزاروی
۶. جامع ترمزی، امام ابو عیسی ترمزی
۷. صحیح بخاری، الامام حضرت ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری ص
۸. تفسیر نمونہ، حضرت مولانہ سید صفدر حسین نجفی

۹. تفسیر فصل الخطاب، سید العلماعلامہ سید علی نقی النقوی
۱۰. پیام قرآن،آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی
۱۱. المیزان فی تفسیر القران،آیت اللہ حسن رضا غدیری
۱۲. نہج البلاغہ، مولاے کائنات حضرت امام علی تفسیر طبری،ابی جعفر محمد بن حریر الطبری
۱۳. تفسیر نور،الحاج آقاے شیخ محسن قرائتی
۱۴. تفسیر مجمع البیان فی تفسیر القران،الشیخ ابی علی الفضل بنالحسن الطبرسی
۱۵. آداب اسلامی،مدرسین حوزہ علمیہ قم المقدس
۱۶. انقلاب کربلامیں خواتین کا کردار،راضیہ بتول نجفی
۱۷. عورت گوہر ہستی،رہبر انقلاب آیت اللہ خامنا ای
۱۸. مفاتیح الحیات، حضرت آیت اللہ العظمی جواد آملی
۱۹. لغت